قرآنی حلقوں کا قیام، وقت کی اہم ضرورت ہے۔

مسلمان دنیا کے تمام مذاہب و ادیان میں بایں طور ممتاز ہیں کہ ان کے پاس الٰہی تعلیمات کا وہ مجموعہ موجود ہے جو اپنے نزول سے لیکر آج تک اسی حالت میں جوں کا توں محفوظ ہے۔ جسطرح وہ نازل ہوا تھا۔ نیز روئے زمین پر سوائے قرآن مجید کے کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ جسے لوگوں نے حفظ کیا ہو۔ اور یہ امر بھی مسلمانوں کو دیگر لوگوں سے ممتاز کرتا ہے کہ انکی کتاب سے حسن قرآت کے مقابلے پوری دنیا میں منعقد ہوتے ہیں۔ جبکہ توریت وانجیل اور گیتا واوستا کے ماننے والے اسطرح کے مقابلوں سے محروم ہیں۔ قرآن مجید کی الٰہی حفاظت پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہیے کیا قرآن کی طرح کوئی اور کتاب بھی اس کی مثل محفوظ مانی جاسکتی ہے؟ بس یہی وہ بنیادی نقطہ ہے جو مسلمانوں کو قرآن کی طرف کھینچتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی زندگی کے رہنما اصول، قرآن سے اخذ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ایسا نہیں کرتے بلکہ اپنی ہدایت کسی اور کتاب سے اخذ کرتے ہیں۔ وہ دراصل اپنے رویے سے قرآن مجید کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے قرآن کو مہجور کر رکھا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اخذ ہدایت کے لئے ایک بار پھر قرآن سے اپنا وہی رشتہ استوار کرنا پڑے گا۔ جو اس کا حق بھی ہے۔ اور وہ اسکا متقاضی بھی ہے۔

یہ ایک الم انگیز حقیقت ہے کہ قرآن سے دوری نے مسلمانوں میں باہمی انتشار وافتراق پیدا کر رکھا ہے۔ وہ نہ صرف ایکدوسرے سے بدظن بلکہ ایک دوسرے کو مسلمان ماننے سے بھی گریزاں ہیں۔ ان میں بڑھتی ہوئی باہمی منافرت ہر دردمند اور حساس مسلمان کے لئے باعث تشویش ہے۔ مذہبی حلقے اپنے منفی رویوں کو اگر تبدیل نہ کیا تو عالم اسلام کی صورتحال ناگفتہ بہ ہو جائیگی۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے مسلمانو! تمہاری داستاں باقی نہ ہوگی داستانوں میں

یاد رکھیے! مسلمانوں کے اندر مختلف فقہی مذاہب اور اعتقادی مسالک کی حیثیت مختلف مکتب ہائے افکار کی ہے۔ اور کسی بھی مکتب فکر سے وابستہ ہونا ایک فطری امر ہے۔ مگر اسے تعارف کا ذریعہ ہونا چاہیئے نہ کہ تنافر کا۔ فکری واعتقادی اختلافات کی بنیاد پر ایک دوسرے کو برداشت نہ کرنا۔ سب وشتم کرنا بلاشبہ مذہبی دہشت گردی ہے۔ اس دہشت گردی نے ہمارے نوجوانوں کو دین سے دور رکھا ہے۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کا بالعموم اور علمائے کرام کا بالخصوص فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے مواعظ حسنہ اور حسن سلوک سے عالم اسلام کے اتحاد اور ملی یکجہتی کے تصور کو نمایاں کریں۔

قرآن مجید فرقان حمید، ہدایت کا منبع اور مسلمانوں کے عالمی اتحاد کا مرکز ومحور ہے۔ اور انکے جملہ مسائل کا حل اس کی تفہیم اور تعمیل میں مضمر ہے۔ بدقسمتی سے مسلمان قرآن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس لئے جہالت اور گمراہی کی وادیوں میں بھٹک رہے ہیں۔ قرآن سے دوری نے انہیں ہر خیر وخوبی اور فضل وکمال عزت وعظمت اور جاہ وجلال سے محروم کر رکھا ہے۔ کیونکہ جو معاشرہ بھی قرآنی انوار سے مستفید نہیں ہوگا۔ وہاں فکری واعتقادی ظلمتوں کا بسیرا ہوگا۔ اسلیئے قرآن کی برکتوں اور رحمتوں کے حصول کے لیئے، قرآن کو سمجھنا، اس پر عمل کرنا ضروری ہے کیوں کہ اقامت فی الدین، قرآن کے بغیر ناممکن ہے۔ چنانچہ عالم اسلام کے غلبہ اور احیاء کے لئے جگہ جگہ قرآنی حلقے قائم کیئے جانے چاہیں۔ اور مسلکی تعصبات سے بالاتر ہوکر قرآنی تعلیمات کو عام کیا جانا چاہیئے۔ یہ کام اصلاً تو حکومتی سطح پر کرنے کا ہے تاکہ زیادہ بہتر نتائج پیدا ہوسکیں۔ تاہم اس امر کیلئے حکومتوں کا انتظار نہ کیا جائے۔ مسلمانوں میں سے اہل خیر اور اہل علم دونوں ملکر اس مشن کے لئے سرگرم عمل ہو جائیں کہ اسی میں سب کی نجات اور کامیابی ہے۔

دینی مدارس اور عصر حاضر کے چیلنجز

ہر دور کے اپنے چیلنجز ہوتے ہیں جن کا جواب اسی دور میں دیا جاتا ہے۔ یعنی انہیں شکست دی جاتی ہے۔ عصر حاضر کے اپنے چیلنجز ہیں جو دنیا کو متحیر اور مضطرب کیئے ہوئے ہیں۔ اور وہ چیلنجز تا حال اپنے جواب کے منتظر ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی چیلنج کا جواب اسی وقت ممکن ہے۔ جب جواب دینے والے ان تمام ضروری صلاحیتوں، تدبیروں اور حکمتوں سے مالامال ہوں جو پیش آمدہ صورت حال میں درکار ہیں۔

دینی مدارس اپنی اصل کے اعتبار سے اس وقت سے قائم ہیں جب پیغمبر اسلام ﷺ کے اصحاب، ان سے کتاب وحکمت کی تعلیم حاصل کرتے اور اپنے نفوس کا تزکیہ کرتے تھے۔ اس سلسلے میں "اصحاب صفہ" کی روشن مثال ہمارے سامنے ہے۔ چراغ سے چراغ جلنے اور جلانے کا عمل شروع سے جاری ہے۔ چوں کہ ہر دور کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ اور ان تقاضوں کو پورا کیئے بغیر ہم اپنا چراغ نہیں جلا سکتے۔ دینی مدارس اپنے دعووں کے مطابق، قرآن حکیم اور سنت نبوی ﷺ کی تعلیمات پر قائم ہیں۔ لیکن اگر کسی مدرسے میں قرآن وسنت کی بجائے، بعض مخصوص فروعات پر زور دیا جائے اور پھر انہی موضوعات کو اصل دین بنا کر پیش کیا جائے تو اس پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں، ایسے مدرسے، عصر حاضر کے مسائل سے کس قدر واقف ہوں گے۔ اس کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا

ہے۔ اور اگر کسی قدر واقف بھی ہوئے تو ان چیلنجز کا جواب دینے کی ان میں کسقدر صلاحیت، توانائی، اور قوت موجود ہوگی، اس کا اندازہ بھی کبھی کو ہے۔

علمِ اسلام اور تحقیق دین کی بحالی کے لئے ضروری ہے کہ دینی مدارس کا نصاب از سر نو ترتیب دیا جائے۔ پیش نظر واقعات نیز آئندہ کے امکانی حالات کا ادراک کرتے ہوئے دین کی تفہیم کا خصوصی انتظام کیا جائے۔ ایسا اسلامی لٹریچر تیار کیا جائے، جو اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے تمام الزامات، التباسات اور شکوک وشبہات کے مؤثر، دلنشین اور مدلل جواب پر مشتمل ہو۔ ایک جیسے عنوانات و موضوعات پر لکھتے رہنا تو بہت سہل ہوتا ہے۔ مخالف اسلام پروپیگنڈے کا جواب لکھنا۔ نئے نئے اعتراضات والتباسات کا جواب دینا خاصا مشکل کام ہوتا ہے۔ لیکن یہ مشکل بھی آسان ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ دینی مدارس اپنے ہاں، تحقیقی رویوں کو فروغ دیں، محقق علماء کو عزت دیں۔ ان کے نقطۂ نظر کو اہمیت دیں۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تحقیق کو بھی اپنے نصاب کا حصہ بنائیں۔ اس کے علاوہ قرآنی علوم پر خصوصی توجہ دیں۔ فروعات سے اپنے طلبہ کو دور رکھیں۔ مسلکی ہم آہنگی اور مسلمانوں کے مابین باہمی رواداری کو فروغ دیں۔ دوسروں کے نقطۂ نظر کو کشادہ دلی سے سنیں اور انہیں بھی اہمیت دیں۔ جدید علوم سیکھیں اور انہیں اسلام کی تبلیغ کا ذریعہ بنائیں۔ دینی مدارس کا کام جہاں مذہبی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے آئمہ، خطباء، اور مدرسین کو تیار کرنا ہوتا ہے۔ وہیں محققین اور اسکالرز کو تیار کرنا بھی ان کے فرائض میں شامل ہے۔ حکومت وقت نے دینی مدارس کی اسناد کے سلسلے میں جن مضامین کو پڑھانے کی شرط عائد کی ہے۔ وہ خوش آئند اقدام ہے۔ اس سے یقیناً بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔

(مدیر اعلیٰ)

حق حضانت۔ ایک قانونی ومعاشرتی مسئلہ

ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج

استاذ الفقه و التفسير

شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

حق حضانت کا مطلب ہے میاں بیوی کے مابین طلاق ومفارقت کی صورت میں بچوں کی پرورش کا حق ماں کو سونپا جائے یا باپ کو؟ یا ماں باپ کے تعلق سے قائم ہونے والے رشتہ داروں میں سے کسی اور کو۔ فقہ حنفی میں بالعموم یہ حق ماں کے لئے، بچہ کی سات سال عمر ہونے تک اور لڑکی کے بالغ ہونے کی عمر تک تسلیم کیا گیا ہے تاہم عمروں کے اس فرق اور تعین کے حوالہ سے ہمیں کوئی ظاہری نص نہیں ملتی۔ تاہم اقتضاء النص کے حوالہ سے یہ آیت ہماری اصولی رہنمائی ضرور کرتی ہے۔ جسمیں کہا گیا ہے۔

والوالدات يرضعن اولادهن حولين كاملين۔ (البقرہ/۲۳۳)

اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔ یہ (حکم رضاعت) اس کے لیے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے۔ مدت رضاعت کے دو سال ہونے کی قرآنی دلیل یہ آیت بھی ہے۔

حملته امه وهنا علىٰ وهن و فصاله فى عامين۔ (لقمان/۱۴)

اس کی ماں نے اسے ضعف پر ضعف کی حالت میں اٹھایا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا۔ بچہ اگر دو سال کے اندر ہو تو قرآنی حکم کے مطابق اس کی ماں پر لازم ہے کہ وہ اسے دودھ پلائے۔ بالفرض اس مدت میں بچہ کی ماں کو طلاق ہو جائے تو بھی قرآن کی رُو سے رضاعت کے باعث، بچہ پر اسکی ماں کو ترجیح حاصل ہوگی۔ اور یہی اس کے حق حضانت کا اصولی طور پر اقتضاء النص سے ثابت ہوتا ہے۔ ایک اور آیت بھی اس ضمن میں ہماری رہنمائی کرتی ہے۔